:

Shahzaman Haque

To cite this version:

Shahzaman Haque. : . ,2022 pp.36-37. hal-03614078

HAL Id: hal-03614078

https://inalco.hal.science/hal-03614078

Submitted on 23 Mar 2022

HAL is a multi-disciplinary open access archive for the deposit and dissemination of scientific research documents, whether they are published or not. The documents may come from teaching and research institutions in France or abroad, or from public or private research centers.

L'archive ouverte pluridisciplinaire **HAL**, est destinée au dépôt et à la diffusion de documents scientifiques de niveau recherche, publiés ou non, émanant des établissements d'enseignement et de recherche français ou étrangers, des laboratoires publics ou privés.

اردو سے میری محبت:

دو سیاسی شخصیات جناح اور نہرو کی کہانی

شاہ زمان حق

(شعبہ صدر اردو کو۔ڈائریکٹر شعبہ جنوب ایشیاء ہمالیہ انالکو، پیرس، فرانس)

کوئی بھی زبان اس وقت ایک سیاسی ہتھیار بن جاتی ہے جب اس کو قومی اور مذہبی تشخص کے طور پر پیش کیا جائے۔ زبان کی وجہ سے لوگ اپنی شناخت، اپنا مقام اور اپنی پناہ گاہ تلاش کرتے ہیں جن کو بنیاد بنا کر وہ ایک متحد اور طاقت ور گروہ کی شکل میں ابھرتے ہیں۔ زبان لوگوں، ان کے خیالات اور ان کی خواہشات کو متحد کر دیتی ہے۔

ہندی اور اردو کے حامیوں کے درمیان تنازعہ

انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں ہندو قوم پرستوں نے اردو پر اس لیے حملے کیے کہ ایک اسلامی ثقافت کی حامل زبان کے اثرات کو صاف کیا جائے۔ اِس مذمتی تحریک کے جواب میں اردو کے حامیوں نے اس کے رسم الخط (عربی و فارسی) اور اس کی لغت (جو کہ اب بھی زیادہ تر عربی اور فارسی سے مستعار لی گئی ہے) دونوں میں اس زبان کے دفاع کے لیے مہم چلائی۔ تاہم اِس تنازعہ کے زیر اثر سے بیسویں صدی کے آغاز میں اردو کو مسلمانوں کی زبان کے طور پر قوی حیثیت مل گئی۔ اردو نے برصغیر پاک و ہند میں قرآنی عربی کے بعد ایک اسلامی زبان کے طور پر دوسرا مقام حاصل کیا۔

جِناح کے لیے اردو کا مقام: پاکستان کے بانی محمد علی جناح، جو کہ ایک مغرب زدہ مسلمان تھے اور آکسفورڈ سے تربیت یافتہ تھے، انہوں نے اسلامی شناخت کی بنیاد پر اردو کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قومی زبان قرار دیا۔ محمد علی جناح کی مادری زبان بھی اردو نہیں بلکہ گجراتی تھی اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ اردو سے بھی اچھی طرح واقف نہیں تھے۔ قائداعظم محمد علی جِناح، ۱۹۴۴ (ذرائع: قومی دفتر خانہ، اسلام آباد)

غور طلب ہے کہ ۱۹۳۸ کے اوائل میں اپنے سیاسی اجتماعات کے دوران مسٹر جناح نے اردو میں لوگوں سے خطاب کیا، باوجود اس کے کہ ان کی اردو میں روانی نہیں تھی۔ دنیا کی دیگر قومی ریاستوں سے متاثر ہو کر جناح نے پاکستان کی تخلیق کا تصور اسلامی زبان اور ثقافت کی گاڑی کے ساتھ منسلک کر دیا جو کہ اردو تھی۔ جناح اور ان کے جانشینوں کے لیے اردو کا مسئلہ ناقابل گفت و شنید تھا۔ زبانی حقوق کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مشرقی پاکستان پر بھی یہ زبان مسلط کی گئی تھی جہاں لوگ ایک بڑی تعداد میں بنگالی بولنے والے تھے۔ محمد علی جناح کا اپریل ۱۹۴۸ میں ڈھاکہ کا تاریخی دورا (ذرائع: شعبہ پریس انفارنیشن، نشریات و ثقافتی ورثہ، اسلام آباد)

۱۹۴۸ میں ڈھاکہ (سابقہ مشرقی پاکستان میں) ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جناح نے اردو کے حق میں بیان کیا:

میں آپ کو صاف صاف بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی ریاستی زبان صرف اردو ہوگی۔

دوسرے ممالک کی تاریخ دیکھ لیں، ریاستی زبان کے بغیر کوئی بھی قوم یکجہتی کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ اس لیے جب ملک کی سرکاری زبان کی بات کی جائے تو پاکستان کی زبان اردو ہوگی دونوں زبانوں (اردو اور بنگالی) کے حامیوں کے درمیان لسانی تنازعہ 1971 میں اس وقت شدت اختیار کر گیا جب بنگلہ دیش کی آزادی کی جنگ شروع ہوئی۔ وہاں اردو کا نفاذ بری طرح ناکام ہوا۔ جناح کے لیے ایک موزوں مملکت؟!

اردو سے منسوب مذہبی کردار کے علاوہ یہ زبان برطانوی حکومت میں بھی رائج تھی جسے کشمیر کے صوبوں سے لے کر کیرالہ تک ملک کی زبان سمجھی جاتی تھی۔ جناح بھی اسے پاکستان کی قومی زبان کے طور پر نافذ کرنا چاہتے تھے۔ دوسری اکثریتی و اقلیتی زبانوں جیسے پنجابی، سرائیکی، پشتو اور بلوچی کی موجودگی کے باجود پاکستان میں اردو کو اسی کردار کے ساتھ پیش کیا گیا۔ بعدازاں آل انڈیا مسلم لیگ کی جانب سے اس فکر کو بھرپور حمایت مل گئی۔ بیسویں صدی کے آغاز سے (1906، 1908 اور 1910) کے اپنے تمام سیاسی اجلاسوں میں مسلم لیگ کے ممبران نے برصغیر پاک و ہند میں اردو کو مسلمانوں کی زبان کے طور پر تسلیم کرنے کے لیے مہم چلائی۔ اردو بولنے والوں میں سے ہزاروں لوگ جن میں برطانوی ہندوستان سے اعلیٰ حکام، بالخصوص اتر پردیش اور بہار کی ریاستوں سے آنے والے لوگوں کی وجہ سے اردو کو قومی زبان کے طور پر فروغ میں مدد ملی۔ انہوں نے جناح اور ان کے ساتھیوں کی خواہش کے مطابق ہر طرح سے ایک قوم کی تعمیر کا بیڑا اٹھایا۔ ایک ہی وقت میں انہوں نے ایک جدید، علمی اور اسلامی ماحول کو فروغ دیا۔

فرانسس رابنسن کہتے ہیں:

کہ 1857 اور 1914 کے درمیان حکومت میں اردو بولنے والے مسلم اشرافیہ کی تعداد میں زبردست کمی آئی۔ اس کے علاوہ اتر پردیش کے مسلم جاگیرداروں نے اپنی زمینوں کو ہندوؤں کے ہاتھوں میں جاتے ہوئے دیکھا۔ بلاشبہ ان عوامل کی وجہ سے ملک کو تقسیم کرنے اور اردو کو قومی زبان بنانے میں مسٹر جناح کو بہت مدد ملی۔

نہرو کی باوفا محبت:

1947 کے بعد ہندوستان میں اردو کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس وقت کے بعد سے مسلمانوں کی سمجھی جانے والی زبان اور اس کے پھیلاؤ کو ہندوستان میں خطرہ لاحق نظر آتا ہے۔ تاہم تمام مسلمان پاکستان کی جانب روانہ نہیں ہوئے۔ 1947 میں کوئی بھی مقامی اردو بولنے والا نہیں تھا۔ ہندوستان میں اردو بولنے والوں میں نہ صرف مسلمان تھے بلکہ غیر مسلم بھی اردو بولتے تھے۔ ان میں سکھ اور ہندو بھی تھے جو اپنے آباواجداد کی طرح اردو میں تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ (اس زمانے میں چند خواتین بھی تعلیم یافتہ تھیں) غیر مسلم اردو بولنے والوں میں سے ایک ہندوستان کے پہلے وزیراعظم جواہر لعل نہرو بھی تھے جو کیمبرج میں بھی اعلیٰ تعلیم کے لیے گئے تھے۔

ہندوستان میں اگر اردو باقی رہ گئی ہے تو اس کے لیے ہمیں نہرو کا مشکور ہونا چاہئے۔ 1947 کے بٹوارے کے بعد جب اردو کو حریف ملک پاکستان کا قومی زبان قرار دیا گیا تو اس کے ساتھ ہندوستان میں اردو کا مستقبل تاریک نظر آنے لگا۔ ہم اس صورت حال کو لسانی نقطہ نظر سے اس مشہور قصے کے ذریعہ سمجھ سکتے ہیں کہ جب 1950 کے ہندوستانی آئین میں تجویز کردہ زبانوں کے بارے میں طلعت احمد نے اردو کو اس فہرست میں جگہ نہیں دی۔ لیکن نہرو نے اس میں اردو کو تیرہویں زبان کے طور پر شامل کر دیا۔ اس پر حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے مسٹر ستیا نارائن نے غصے سے پوچھا کیا آپ کو ایک برہمن ہونے کے ناطے اردو کو اپنی زبان کہتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ نہرو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جواہر لعل نہرو خود بھی اردو زبان کے دلدادہ تھے۔ انہوں نے اردو کو اپنی پسندیدہ زبانوں میں شمار کیا۔ اردو راتوں رات نہرو کے لیے غیر ملکی زبان نہیں بن سکتی تھی۔ اردو کی پیدائش ہندوستان میں ہوئی اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پاکستان نے اس کی شناخت اور اس کی اپنائیت چھیننے کی کوشش کی۔ بلکہ اردو زبان کی قدر اور اس کی اساس ہندوستان کے پاس ہی باقی رہی۔ آزادی کے بعد اردو کے خلاف جو محاذ آرائی کی گئی اس کے حوالے سے نہرو نے اس کے شاندار ماضی کو محفوظ بنانے کے لیے اردو کاز کی درخواست کی۔ 18 جنوری 1953 کو انہوں نے اپنی تقریر میں کہا:

میں اردو کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو سن کر حیران ہو گیا ہوں۔ اردو اب ہندی کا مقابلہ نہیں کرتی۔

اردو تو اپنے لیے صرف اپنا یہ حق مانگتی ہے کہ ہندوستان میں ایک بڑی تعداد کو اس کا وارث سمجھا جائے۔ یہ ہماری زبان ہے جس نے ہمارے ملک میں پرورش پائی ہے۔ جو ہمارے لوگوں کی ثقافتی دولت میں اضافہ کرتی ہے۔ ہم اسے کیوں رد کریں یا کیوں اسے غیر ملکی زبان سمجھیں؟ شمالی ہند میں اردو کی حیثیت اور کردار پر ایک نہ ختم ہونے والا بحران پیدا ہو گیا۔ اس کے ہجے بدلے جاتے رہے، اس کے ماضی کو جھٹلایا جاتا رہا اور اس کے رسم الخط پر بھی باقاعدہ حملے ہوتے رہے۔ اس ورثے کا نتیجہ پاکستان میں ایسا دیکھا جاتا ہے کہ اردو اب لوگوں کو متحد کرنے کی بجائے تقسیم کرتی ہے۔ علاقائی زبانوں جیسا کہ پنجابی، سرائیکی اور بلوچی کے لیے آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ ہندوستان میں بھی یہ مسلم کمیونٹی کی ترجیحات کی وجہ سے قوم پرست ہندوؤں کا خصوصی ہدف ہے۔ انگریزی دو حریف ممالک میں پروان چڑھ سکتی ہے لیکن اردو کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دیگر اقلیتی زبانوں کو نقصان پہنچاتی ہے جسے حکومت اور اشرافیہ کی پالیسیوں کی حمایت حاصل ہے۔ تقسیم کے 75 سال بعد ی دونوں شخص (نہرو اور جناح) نہیں رہے۔ تاہم اردو کے حق میں ان کا یقین اور جذبہ (ایک کے لیے مذہبی اور دوسرے کے لیے سیکولر) نے زبان کی بحالی میں مثبت کردار ادا کیا ہے۔ اردو جو کہ اپنے ابتدائی دنوں میں ایک بے آسرا زبان تھی، اور جو زوال کے خطرے سے دوچار تھی۔ جہاں ایک طرف جناح کو عروج کی طرف لے جانے میں پاکستانی قوم پرستی اور اردو کا کردار نمایاں تھا وہیں نہرو اپنی طرف سے اردو کے ساتھ اپنی محبت کی وجہ سے اسے سیکولر قوم پرستی کے ساتھ جوڑنے میں کامیاب رہے۔

"طلسم ہوش رُبا" اردو کے داستانوی ادب میں ایک معروف و مقبول کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اور قصہ گوئی کا ایک نادر ترین نمونہ ہے۔ یہ داستانِ امیر حمزہ کا حصہ ہے جس کی لگ بھگ 46 جلدیں ہیں، طلسم ہوش ربا کی 9 جلدیں اور کم و بیش دس ہزار صفحات ہیں۔ ہندوستان کے نامور نقاد شمس الرحمن فاروقی نے پوری داستان کو جمع کرنے اور اس پر تنقید کا فریضہ انجام دیا۔